خاندان کو مضبوط بنانے کے طریقے

محمد صالح[1]

خلاصہ

انسانوں کی وہ جذباتی اور روحانی محرومی، جس سے آج بہت سے لوگ دوچار ہیں، اس کی بنیادی وجہ خاندان کے بارے میں صحیح تصور اور درست تعبیر کا نہ ہونا، نیز خدا کی وحدانیت اور زندگی میں اس کے مؤثر ہونے پر عملی التزام کا فقدان ہے۔ یہ امر خاندان کے افراد کے درمیان جذباتی تعلقات کو متاثر کرتا ہے اور اضطراب، بے چینی، بے بنیاد آرزوئیں، مادی امور کے بارے میں حرص و طمع، اور الٰہی و انسانی اقدار کو پامال کرنے کا سبب بنتا ہے۔ خاندان کے بنیادی ادارے کے ذریعے وحیانی اور غیر وحیانی تعلیمات کی منتقلی میں اس کے اہم کردار کو دیکھتے ہوئے، اس مقدس مرکز کی صحت، سلامتی، رشد اور بالندگی پر خاص توجہ دی گئی ہے۔ لہٰذا وہ افراد جو اس مقدس ادارے کے بارے میں اپنے تصور اور نگرش میں انحراف کا شکار ہو جاتے ہیں، وہ نہ صرف انسانی معاشروں کو زوال کی طرف لے جاتے ہیں بلکہ ان کی ترقی اور کمال کی راہ میں بھی رکاوٹ بنتے ہیں۔ یہ تحریر ان قرآنی آیات کا جائزہ لیتی ہے جن میں محبت والفت، اعتماد، اطمینان، سکون اور آرام کی بنیاد پر خاندان تشکیل دینے کے بارے میں گفتگو کی گئی ہے۔ اسی طرح خاندان کے استحکام اور دوام کے عوامل کو بیان کرتے ہوئے، قرآن کریم کی تعلیمات اور دینی بزرگوں کی سیرت کی روشنی میں خاندان کے بنیادی ڈھانچے کو مضبوط اور مستحکم بنانے کے طریقوں کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

کلیدی الفاظ: خاندان، تحکیم، مودت، حسن خلق، قرآن کریم۔

---

[1] طلبہ کارشناسی ارشد، مجتمع امام خمینی، گروہ قرآن و حدیث، پاکستان۔

مقدمہ

انسان اپنی خداداد فطرت اور سرشت کے مطابق ایک شریکِ حیات اور ہم دم کا محتاج ہے تاکہ اسے سکون اور اطمینان حاصل ہو۔ (شوری: ۱۱؛ فاطر: ۱۱) انسانی معاشروں کے صحت مند مکاتبِ فکر، خصوصاً آسمانی مذاہب اور دینِ مبینِ اسلام نے انسان کی اس فطری خواہش کی تائید کی ہے اور اپنے پیروکاروں کو خاندان تشکیل دینے اور ازدواجی زندگی اختیار کرنے کی دعوت دی ہے۔

اسلام میں ازدواجی زندگی سے بڑھ کر کوئی عمارت زیادہ قدر و منزلت کی حامل نہیں ہے۔ اسی طرح جو شخص اس نبوی سنت سے روگردانی کرے، اسے اسلام اپنے پیروکاروں میں شمار نہیں کرتا۔ (محمد محمدی ری شہری، میزان الحکمہ، ترجمہ حمیدرضا شیخی، ج ۵، ص ۲۲۴۸، ح ۷۷۹۸)

انسان کی شخصیت کی نشو و نما، ترقی، کمال اور ابدی سعادت و فلاح کی جانب سفر میں سب سے بنیادی مباحث میں سے ایک خاندان ہے۔ مغرب میں اور ان افراد کے درمیان جو مادی نظریۂ حیات رکھتے ہیں یا جن کے دینی اعتقادات کمزور ہیں، خاندان کے افراد کے درمیان تعلقات زیادہ تر ذاتی مفادات اور مادی معیاروں کی بنیاد پر قائم ہوتے ہیں،[۳] اور اسی تصور کی وجہ سے انہیں تلخ اور دردناک نتائج کا بھی سامنا کرنا پڑا ہے۔

اسلام میں ازدواجی رشتہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کی نشانیوں میں سے ایک قرار دیا گیا ہے، اور مودت و رحمت ہی وہ عناصر ہیں جو خاندان کے مرکز کو مضبوط اور مستحکم بناتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ خاندان کی کامیابی کا عامل کیا ہے؟ بعض ازدواجی زندگی کامیاب اور بعض ناکام کیوں ہوتی ہیں؟ ان لوگوں کے درمیان کیا فرق ہے جو کئی سال تک اپنی ازدواجی زندگی میں خوش و کامیاب رہتے ہیں اور ان لوگوں میں کیا فرق ہے جو مسلسل مشکلات سے دوچار رہتے ہیں؟

حالانکہ زیادہ تر جوڑے سنہری امیدوں اور آرزوؤں کے ساتھ ازدواجی زندگی کا آغاز کرتے ہیں، پھر کیوں کچھ لوگ صرف مختصر مدت تک خوشی کا تجربہ کرتے ہیں، جبکہ کچھ دوسرے لوگ برسوں تک اپنی زندگی کو جوش، محبت اور شوق کے ساتھ جاری رکھتے ہیں؟

خاندان، مودت اور رحمت کا مظہر

خاندان معاشرے کا سب سے اہم ادارہ اور معاشرے کی سب سے چھوٹی اکائی ہے۔ خاندان کی بنیاد اور بنیادی رکن ازدواج ہے، جو ہر انسان کی زندگی کے اہم واقعات اور مراحل میں سے ایک ہے۔ ازدواج دراصل مرد اور عورت کے درمیان ایک ایسا باہمی تعامل ہے جو قانونی، شرعی اور عرفی شرائط و مراسم کے ساتھ انجام پاتا ہے۔ یہ عمل شریعت، قوانین اور معاشرتی نظام کی طرف سے تسلیم شدہ ہے۔ ازدواج مرد اور عورت کی بہت سی انفرادی اور اجتماعی ضروریات کو پورا کرتا ہے، جن میں جسمانی، جنسی، نفسیاتی

اور معاشرتی روابط شامل ہیں۔ خاندان کی قدر و منزلت اس کے افراد کے درمیان مودت، محبت اور دوستی کی بنیاد پر قائم ہوتی ہے، جبکہ باہمی حقوق کی ادائیگی ہی اس کے افراد کو ایک دوسرے کے ساتھ جوڑے رکھتی ہے۔ اگر یہ تعلق باہمی دوستی، مفاہمت اور خود غرضی سے دور رہتے ہوئے جاری رہے تو یہ انسان کو مطلوبہ انسانی کمال تک پہنچا سکتا ہے۔ خاندان کے تین بنیادی ارکان ہیں : جسمانی رکن جذباتی رکن روحانی رکن خاندان کا جسمانی رکن میاں بیوی کے وجود سے تشکیل پاتا ہے، جبکہ اس کا جذباتی رکن محبت اور درگذر سے تشکیل پاتا ہے۔ جسمانی ارکان خاندان کے جسم اور ڈھانچے کی حیثیت رکھتے ہیں، جبکہ جذباتی ارکان خاندان کی روح اور جان ہیں۔ اگر کوئی خاندان محبت اور درگذر جیسی دو نعمتوں سے محروم ہو جائے تو وہ ایسے جسم کی مانند ہو جاتا ہے جس میں روح نہ ہو۔ ایسے خاندان میں حقیقی خوشی اور کامیابی کا وجود باقی نہیں رہتا۔ کیونکہ سعادت اور خوشبختی ایک صحت مند اور کامیاب خاندانی زندگی ہی میں حاصل ہوتی ہے؛ ایسی جگہ جہاں محبت اور جذبات انسان کو بے جا اور سطحی محبتوں سے بے نیاز کر دیتے ہیں، اور دوپُر امید، پُر جوش اور ذمہ دار انسانوں کی کوشش سے ایسا ماحول وجود میں آتا ہے جو دوستی، محبت اور احساسِ ذمہ داری سے بھرپور ہوتا ہے۔

مودت اور رحمت کا باہمی تعلق

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جسمانی ساخت اور جذباتی کیفیت کے اعتبار سے معمولی فرق کے ساتھ دو جنسوں، یعنی مرد اور عورت کی صورت میں پیدا کیا، اور ان دونوں کا سکون اور خوش بختی ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہونے اور ازدواجی زندگی اختیار کرنے میں قرار دی۔ قرآن کریم کی نظر میں خاندان محبت اور دوستی کا مدرسہ ہے» :وَ مِنْ آياتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْواجاً لِتَسْكُنُوا إِلَيْها وَ جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَ رَحْمَةً إِنَّ فِي ذَلِكَ لآياتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ (روم ۲۱)اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے ہی لیے تمہاری ہی جنس سے تمہارے جوڑے پیدا کیے، تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو، اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت قرار دی۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔" "اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے ہی لیے تمہاری ہی جنس سے تمہارے جوڑے پیدا کیے، تاکہ تم ان کے ذریعے سکون حاصل کرو، اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت قرار دی۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقینی طور پر نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔ "قرآن کریم نے اس آیت میں ازدواجی زندگی کا مقصد سکون اور آرام قرار دیا ہے اور «لِتَسْكُنُوا» کے بامعنی تعبیر کے ذریعے بہت سے نکات بیان کیے ہیں۔ (اعراف: ۱۸۹) یہ سکون اس لیے حاصل ہوتا ہے کہ مرد اور عورت ایک دوسرے کے تکمیل کرنے والے ہیں اور ایک دوسرے کے لیے نشوونما، شادابی اور پرورش کا ذریعہ ہیں؛ اس طرح کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے بغیر ناقص ہے۔ دو مکمل کرنے والی جنسوں کے درمیان اس قدر مضبوط کشش کا پایا جانا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اس تعبیر کی بنیاد پر میاں بیوی کے درمیان تعلق اور رشتہ خاندان کے اہم ترین پہلوؤں میں سے ایک ہے۔ خاندان میں انسان کی شخصیت کی کمزوریاں اور قوتیں بغیر کسی خوف اور ملاحظے کے ظاہر ہو جاتی ہیں، اور اس کے مسائل کو فطری انداز میں حل کرنے کا

امکان بھی فراہم ہوتا ہے؛ یعنی عشق و محبت کی قوت کے ذریعے مشکل ترین مقاصد تک بھی پہنچا جا سکتا ہے۔ میاں بیوی دوستانہ تعامل اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے اپنے آپ اور اپنے پروردگار کی معرفت حاصل کرنے کی راہ میں آگے بڑھتے ہیں، تو انہیں سکون حاصل ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی محفوظ وپُرامن وادی کی جانب قدم بڑھاتے ہیں۔ وہ خدا جس نے انسان کو اجتماعی زندگی کے لیے پیدا کیا ہے، اسی نے اس ضروری تعلق اور رشتے کو بھی انسان کی فطرت اور وجود میں ودیعت کیا ہے۔

آیت میں «سَکَن» یا «سُکنیٰ» کی تعبیر اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ سکون ایک ایسا مقام اور کیفیت ہے جس تک انسان کو پہنچنا چاہیے۔ قرآن کی نظر میں خاندان کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اس مقصد کے حصول کے لیے مناسب ماحول اور بنیاد فراہم کرے؛ خواہ یہ مقصد میاں بیوی کے لیے ہو یا ان کی اولاد کے لیے جو ان کے راستے کو آگے بڑھاتی ہے۔ میاں بیوی کی باہمی الفت اور کمال کی راہ میں ان کا عاشقانہ اور محبت بھری تعاون، خاندان اور دوسروں کے لیے رحمت، شفقت اور مہربانی کا سبب بنتا ہے۔ لہٰذا یہ الفت ایک صحت مند اور صالح تعلق ہے جو ذمہ دارانہ اور پائیدار روابط کے لیے مناسب بنیاد فراہم کرتا ہے۔ دوسری طرف، بچے بھی اگرچہ شعوری طور پر نہیں، لیکن اپنے والدین کے اسی طرزِ عمل سے نمونہ حاصل کرتے ہیں اور مستقبل میں معاشرے کے ساتھ اپنے تعلقات میں اسے اپنا نمونہ اور مثال بناتے ہیں۔ والدین کا طرزِ عمل، اولاد کے ساتھ ان کے براہِ راست اور ظاہری تعلق سے بھی زیادہ گہرا اثر رکھتا ہے اور ایک دوسرے کے ساتھ برتاؤ اور باہمی تعامل، اولاد کی نفسیاتی شخصیت کی بنیاد رکھتا ہے۔ میاں بیوی کے درمیان سازگاری اور ہم آہنگی سے مراد یہ ہے کہ فطری اور ذاتی اختلافات کے باوجود دونوں ایک دوسرے کی تعالی، ترقی اور کمال کی سمت میں کوشش کریں۔ جس طرح مرد اور عورت میں حیاتیاتی اعتبار سے فرق پایا جاتا ہے، اسی طرح ان کے درمیان اہم نفسیاتی اختلافات بھی موجود ہیں۔ قرآن کریم کی آیات بھی اس نکتے کی طرف اشارہ کرتی ہیں» :وَ اللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى * وَ النَّهَارِ إِذَا تَجَلَّى وَ مَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَ الْأُنثَى * إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتَّى (لیل ۱-۴) "قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے، اور دن کی جب وہ جلوہ گر ہو، اور اس ذات کی جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا، بے شک تمہاری کوششیں مختلف اور جدا جدا ہیں۔

تاہم سماجی حالات، خاندان اور ثقافت بھی افراد کی شخصیت کی تشکیل میں مؤثر عوامل شمار ہوتے ہیں اور یہی عوامل مرد و عورت کے رویوں میں دوگانگی کا سبب بنتے ہیں۔ خاندان تشکیل دینے کا بلند مقصد خاندان تشکیل دینے کا پہلا مقصد نسل کی بقا، ایک صحت مند معاشرے کی تشکیل اور افراد کی ذہنی و نفسیاتی صحت کو یقینی بنانا ہے۔ خاندانی زندگی کے دیگر مقاصد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مشترکہ زندگی کے سائے میں خاندان کے افراد کی ضروریات پوری ہوں۔ لہٰذا جو کام اس مقصد کو پورا کرنے میں جتنا زیادہ مؤثر ہوگا، اسی نسبت سے وہ زیادہ قدر و قیمت کا حامل ہوگا۔ خاندان کے افراد اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے جو کام انجام دیتے ہیں، انہیں بنیادی طور پر دو اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے :الف) وہ کام جنہیں خاندان کے تمام افراد یکساں طور پر انجام دے کر اس

مقصد کے حصول میں مؤثر کردار ادا کر سکتے ہیں۔ ب) وہ کام جو خاندان کے تمام افراد کے لیے ممکن نہیں ہوتے، بلکہ جسمانی اور نفسیاتی خصوصیات کے مطابق کسی خاص فرد کو وہ کام انجام دینا پڑتا ہے، جبکہ خاندان کے دیگر افراد انہیں انجام دینے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ اسی بنیاد پر خاندان کے افراد کے درمیان فطری طور پر ایک قسم کی تقسیمِ کار وجود میں آتی ہے۔ (محمد تقی مصباح یزدی، اخلاق در قرآن، ج ۳، ص ۷۳)

مثال کے طور پر خاندان میں عورت کا جو کردار ہے، وہ مرد کے لیے ممکن نہیں۔ عورت اپنی فطری اور جسمانی ساخت کی وجہ سے حاملہ ہو سکتی ہے۔ بچے کی پیدائش کے بعد صرف وہی اسے اپنا دودھ پلا سکتی ہے اور اپنی مخصوص مادرانہ نفسیاتی خصوصیات کی بنیاد پر اس کی پرورش کر سکتی ہے۔ یہ کام مرد کے لیے ممکن نہیں۔ اسی طرح مرد بھی اپنی جسمانی اور نفسیاتی خصوصیات کی بناپر خاندان کے مقاصد کی تکمیل کے لیے بعض ایسی ذمہ داریاں ادا کرتا ہے جنہیں عورت انجام دینے کی قدرت نہیں رکھتی۔ لہٰذا خاندان کے مقاصد کی تکمیل میں مرد اور عورت کے کاموں کا فرق، ان کی جسمانی اور روحانی و نفسیاتی خصوصیات کے فرق سے مربوط ہے۔ مجموعی طور پر دیکھا جائے تو عورت جذبات اور عواطف کے اعتبار سے زیادہ مضبوط ہوتی ہے، جبکہ مرد تدبیر اور عقل و فہم کے اعتبار سے زیادہ نمایاں ہوتا ہے۔

خاندان کے ماحول میں جہاں ایک طرف تدبیر و انتظام کی ضرورت ہوتی ہے اور دوسری طرف پرورش و تربیت کی، وہاں فطری طور پر ایک قسم کی تقسیمِ کار وجود میں آتی ہے؛ مرد خاندان کے انتظام اور اس کی معاشی ضروریات پوری کرنے کی ذمہ داری سنبھالتا ہے، جبکہ عورت اولاد کی پرورش اور تربیت کا فریضہ انجام دیتی ہے۔ خاندان میں مودت اور محبت کو مضبوط اور مستحکم کرنے کے طریقے اسلام کا بنیادی مقصد انسان کی تربیت اور اس کی زندگی کے تمام مراحل اور وجود کے تمام پہلوؤں میں اس کی سعادت کو یقینی بنانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے انبیاء، بالخصوص رسول اکرم ﷺ، اسی مقدس مقصد کے لیے مبعوث ہوئے اور انہوں نے اس راہ میں کوشش کی۔ اس کام میں انہوں نے انسان کی ضروریات، خصوصیات اور فطری میلانات کو مد نظر رکھا۔ اسی وجہ سے معصومینؑ کی تربیتی تعلیمات اور حیات بخش فرامین بھی انسانوں کی فطری تربیت اور پرورش کے عین مطابق مرتب ہوئے ہیں۔ اسلام نے خاندان میں مودت اور محبت کو مضبوط کرنے کے لیے مختلف طریقے اور رویے بیان کیے ہیں۔ ان میں سے بعض درج ذیل ہیں۔

ا۔ محبت و مہربانی

خاندان کی بنیاد کو مضبوط کرنے کے طریقوں میں سے ایک اہم طریقہ زبانی رابطے اور گفتگو پر توجہ دینا ہے۔ جذباتی گفتگو، دل کو بھانے والے الفاظ اور مناسب، محبت بھرے اندازِ خطاب کے ذریعے مخاطب کو اپنی طرف متوجہ کیا جا سکتا ہے۔ اس کے نتیجے میں وہ بولنے والے سے خوش ہوتا ہے اور اس کے دل میں اس کے لیے محبت پیدا ہوتی ہے۔ بلاشبہ میاں بیوی، خصوصاً شوہروں کی سب سے اہم ذمہ داریوں میں سے ایک دل، زبان اور عمل کے ذریعے محبت کا اظہار ہے؛ کیونکہ خاندان کا مرکز محبت و مہربانی کے

احساس پر قائم ہوتا ہے۔ سکون اور اطمینان حاصل کرنے کے لیے صرف غریزی ضروریات کی تکمیل، جذباتی ضروریات کے مقابلے میں بہت کم اہمیت رکھتی ہے۔ اس کی بہترین دلیل کامیاب ازدواجی زندگی گزارنے والے میاں بیوی کا درمیانی عمر اور اس کے بعد بھی ایک دوسرے کے ساتھ گہرا تعلق اور وابستگی ہے، حالانکہ اس عمر میں غریزی ضروریات میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ شہید مطہریؒ اس بارے میں فرماتے ہیں: "وہ چیز جو میاں بیوی کو ایک دوسرے سے جوڑتی ہے، صرف شہوت اور غریزہ نہیں ہے؛ بلکہ میاں بیوی کے اتحاد کی بنیاد وہی چیز ہے جسے قرآن کریم نے مودت اور رحمت سے تعبیر کیا ہے۔ (مرتضی مطہری، نظام حقوق زن در اسلام، ص ۱۶۹)

اس بنیاد پر خاندان کی تشکیل محبت اور عشق کی بنیاد پر ہوتی ہے، اور اس کی بقا اور پائیداری بھی اسی محبت کے تسلسل کی مرہونِ منت ہے۔ اگر شادی سے پہلے محبت اور عشق روحانی و معنوی اقدار کی بنیاد پر تشکیل پائے ہوں تو شادی کے بعد بھی وہ باقی رہتے ہیں؛ کیونکہ معنوی خوبصورتی کبھی ختم نہیں ہوتی۔ اس کے برعکس اگر میاں بیوی کی شادی سے پہلے کی محبت عارضی اور مادی امور، مثلاً ظاہری خوبصورتی، دولت، خاندانی نسب اور سماجی مقام پر قائم ہو تو وہ زیادہ کمزور اور ناپائیدار ہوگی۔ آخرکار مرد یا عورت کی ظاہری خوبصورتی کا محل منہدم ہو جاتا ہے اور ان کے بہار جیسے تروتازہ چہروں پر بڑھاپے کی جھریاں نمودار ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح دولت اور خاندانی حسب و نسب بھی زمانے کے مسلسل اتار چڑھاؤ کے سامنے کمزور پڑ جاتے ہیں۔ کیا خوب کہا گیا ہے "»: جو چیز باقی رہنے والی نہیں، اس سے دل لگانا بھی مناسب نہیں۔ «"لہٰذا شریکِ حیات کے انتخاب میں معنوی اقدار اور روحانی خوبصورتی کو بنیاد بنانے کے ساتھ ساتھ ظاہری خوبصورتی کو بھی مدنظر رکھا جا سکتا ہے۔ لیکن باہمی محبت کو محفوظ اور پائیدار رکھنے کے لیے یہ بات بھی سمجھنا ضروری ہے کہ میاں بیوی کا ایک دوسرے کے ساتھ گفتگو اور رویہ محبت کو گہرا یا کمزور کرنے میں بہت مؤثر ہوتا ہے۔ عورت کو یہ جاننا چاہیے کہ مرد اسے محبت اور جذبات کا مرکز سمجھتا ہے، اور اسی وجہ سے وہ اپنے بہت سے پوشیدہ راز اس کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ وہ اپنے وجود کے اس آئینے کو، جو کبھی گھر سے باہر تلخیوں اور سختیوں سے دھندلا جاتا ہے، اپنی نرم مزاج بیوی کی لطافت کے ذریعے دوبارہ صاف کرتا ہے۔ کیا اس قدر اہم کردار محبت کے بغیر ادا کیا جا سکتا ہے؟ دوسری طرف عورت بھی اپنے شوہر کو بہترین اور کامل ترین مرد سمجھتی ہے، یا کم از کم وہ چاہتی ہے کہ ایسا ہی ہو۔

عورت اپنی شناخت کے ایک بڑے حصے کو اس محبت سے وابستہ سمجھتی ہے جو اس نے اپنی ظاہری اور باطنی خوبصورتی کے ذریعے اپنے شوہر کے دل میں پیدا کی ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ اپنے شوہر کے دل کے اس تاریک گوشے میں اس کے علاوہ کسی اور کے لیے محبت اور الفت موجود نہ ہو۔ وہ ہمیشہ اپنے شوہر کی محبت اور اس کی دلدادگی پر فخر کرتی ہے، اور یہی یقین اسے دوسروں کی طرف محبت کی تلاش میں جانے سے روکتا ہے۔ عورت کی زندگی کی سب سے بڑی شکست اس وقت ہوتی ہے جب اسے محسوس ہو کہ اپنے شوہر کے دل میں اس کی محبوبیت اور حیثیت زیادہ نہیں ہے۔ اگر ایسی عورت اپنے شوہر کی سابقہ محبت واپس حاصل کرنے کے لیے کوئی معقول اور منطقی راستہ تلاش نہ کرے تو ممکن ہے کہ وہ دوسروں کی جھوٹی محبت کے جال میں پھنس جائے۔ اسی وجہ سے

روایات میں مردوں کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ اپنی بیویوں کے سامنے اپنی محبت اور دلچسپی کا اظہار کریں۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: قولُ الرَّجُلِ لِلمَرأَةِ إنّی أُحِبُّکِ لا یَذهَبُ مِن قَلبِها أَبَداً (محمد بن حسن حر عاملی، وسائل الشیعہ، ج ۱۴، ص ۱۰، ح ۹) مرد کا اپنی بیوی سے یہ کہنا کہ: میں تم سے محبت کرتا ہوں، کبھی اس کے دل سے محو نہیں ہوتا۔

محبت اور شفقت سے بھرپور، دل کو لبھانے والا اندازِ خطاب انسان کی روح کو مسرور کرتا اور شریک حیات کو گہرا متاثر کرتا ہے۔ امام سجادؑ اپنی بیوی کے ساتھ محبت و مہربانی کی ضرورت کے بارے میں فرماتے ہیں "» : تمہاری بیوی کا حق یہ ہے کہ تم جان لو کہ اللہ عزوجل نے اسے تمہارے لیے سکون اور انس کا ذریعہ قرار دیا ہے، اور یہ بھی جان لو کہ وہ اللہ کی طرف سے تم پر ایک نعمت ہے۔ لہٰذا اس کی عزت کرو، اس کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ۔ اگرچہ تم پر اس کی نسبت زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے، لیکن اس کا تم پر حق یہ ہے کہ تم اس کے ساتھ مہربانی کرو۔ (شیخ صدوق، من لایحضرہ الفقیہ، ج ۲، ص ۶۲۱) عورتوں کے ساتھ مردوں کی محبت، ان کی عزت و تکریم اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کی ضرورت، خاندان کی بنیاد کو محفوظ رکھنے میں محبت و مہربانی کی اہمیت اور مقام کو واضح کرتی ہے۔

۲۔ جذباتی ضروریات

مرد اور عورت کے درمیان جذباتی تعلق پیدا ہونے سے دونوں ایک دوسرے کے لیے ہمدرد اور مددگار بن جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس طرح پیدا کیا ہے کہ ایک دوسرے کی ضروریات اور مصلحتوں کو پورا کرتے ہوئے رفتہ رفتہ ان کے درمیان جذباتی تعلق پیدا ہو اور وہ مضبوط ہوتا جائے۔ خاندان کے دوام اور ترقی کا سب سے طاقتور عامل اس کے افراد کی باہمی محبت اور عاطفہ ہے۔ لہٰذا خاندان کے استحکام اور بقا کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ خاندان کے افراد کے درمیان ایک دوسرے کے لیے باہمی جذبات کو ابھارا جائے۔ البتہ یہ تصور درست نہیں کہ عواطف کی کوئی مطلق قدر و قیمت ہے اور ان کے لیے کوئی حد و حدود نہیں۔ بلکہ عواطف کی قدر خاندان کی مجموعی مصلحت سے پیدا ہوتی ہے، اور خاندان کی قدر و قیمت بھی معاشرے کی عمومی اقدار اور مصلحتوں کے تابع ہے۔ لہٰذا جب تک جذبات و عواطف ان مصلحتوں کے حصول میں مثبت کردار ادا کرتے ہیں، ان کی قدر بھی مثبت رہتی ہے۔ عواطف اور احساسات کو عقل کے تابع ہونا چاہیے اور عقل ہی کے ذریعے ان کی رہنمائی ہونی چاہیے۔ جذباتی سرگرمیوں کی قدر و قیمت اسی وقت تک ہے جب تک عقل ان کی تائید کرے۔ خاندان کے ماحول میں زیادہ تر جذباتی سرگرمیاں عقل کی طرف سے قابلِ قبول اور قابلِ تحسین ہوتی ہیں، کیونکہ ان کا نتیجہ خاندان کے استحکام اور معاشرے کی عمومی مصلحتوں کی تکمیل کی صورت میں نکلتا ہے۔ جذبات کے اظہار میں افراط خاندان کی سماجی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں غفلت کا سبب بن سکتا ہے۔ اسی طرح خاندانی عواطف میں تفریط، یعنی کمی، خاندان کے افراد کی طرف توجہ نہ دینے، احساسِ ذمہ داری میں کمی اور باہمی محبت کے فقدان کا باعث بنتی ہے، جس سے خاندان متزلزل ہو جاتا ہے اور اس کے استحکام کو خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ اسلامی اخلاقیات کے فلسفے

میں عاطفہ مطلق طور پر اخلاقی اقدار کا محور نہیں ہے، بلکہ یہ ان محرکات میں سے ایک ہے جن کی قدر و قیمت کا تعین عقل کرتی ہے۔اس سے بلند تر مصلحتیں اور اقدار بھی موجود ہیں۔ (اخلاق در قرآن، ج ۳، ص ۷۶)

۳۔ ہم دلی اور ساتھ دینا

بعض لوگ جہالت یا تعصب کی بنا پر قرآن کریم کی اس تعلیم کا حوالہ دیتے ہوئے کہ مرد عورتوں کے سرپرست ہیں، (نساء: ۳۴) قرآنی خاندان کو مرد سالار تصور کرتے ہیں؛ یعنی ایسا خاندان جہاں صرف مرد کی رائے اور خواہش حاکم ہوتی ہے اور عورت کے پاس تسلیم و رضا کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہوتا۔ ایسے خاندان میں باہمی ہم دلی اور تعاون کا کوئی تصور نہیں رہتا۔ یہ لوگ اس حقیقت سے ناواقف ہیں یا جان بوجھ کر نظر انداز کرتے ہیں کہ خاندان کے معاملات کی باگ ڈور مردوں کے سپرد کرنا ان کے لیے کوئی امتیاز نہیں، بلکہ صرف ان کی ذمہ داریوں کا بوجھ زیادہ کرنا ہے۔ مرد کی سرپرستی کا مطلب استبداد اور خود محوری نہیں ہے؛ کیونکہ قرآن کریم استبداد اور اپنی رائے مسلط کرنے کے خلاف ہے۔ (مریم: ۳۲) رسول اسلام ﷺ کبھی اپنے ذاتی معاملات میں اور کبھی مسلمانوں کے اجتماعی امور میں اپنی ازواج سے مشورہ فرماتے تھے؛ جیسا کہ صلح حدیبیہ کے واقعے میں بھی آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا۔ (جعفر سبحانی، فروغ ابدیت، ج ۲، ص ۴۵۰ و قرآن کریم نے جب ماؤں کو دو سال تک اپنے بچوں کو دودھ پلانے کی سفارش کی تو اس کے بعد فرمایا کہ اگر والدین باہمی رضامندی اور مشورے سے بچے کو دودھ چھڑانے کا فیصلہ کریں تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں: فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَ تَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا» (بقرہ: ۲۳۳) پھر اگر دونوں باہمی رضامندی اور مشورے سے بچے کو دودھ چھڑانا چاہیں تو دونوں پر کوئی گناہ نہیں۔ "دوسری طرف، بیوی سے مشورہ نہ کرنا کوئی ایسا جرم نہیں جس پر قانونی کارروائی ہو، بلکہ یہ ایک اخلاقی حکم ہے اور دونوں میاں بیوی اس کی رعایت کے ذمہ دار ہیں۔ (اخلاق در قرآن، ج ۳، ص ۸۱.) یہ حکم میاں بیوی کے درمیان باہمی ہم دلی اور تعاون کی ضرورت کو واضح کرتا ہے۔

خاندان ایک ایسی کشتی کی مانند ہے جو اپنے تمام افراد کے تعاون سے کمال اور اپنے آخری مقصد کی طرف سفر کرتی ہے۔ یہ کشتی اسی وقت اپنا راستہ صحیح اور مناسب وقت میں طے کر سکتی ہے جب اس کے تمام مسافر ہم آہنگ ہو کر ایک ہی سمت میں چپو چلائیں۔ خاندان اور خصوصاً میاں بیوی کے درمیان ہم آہنگی اور ہم دلی پیدا کرنے کے اہم عوامل میں سے ایک کھانے کی نوعیت کا انتخاب بھی ہے۔ اگر میاں بیوی کھانے اور خوراک کے معاملے میں باہمی تفاہم پیدا کریں اور ایک دوسرے کے حالات کا خیال رکھیں تو بہت سے مسائل اور اختلافات حل ہو سکتے ہیں۔ مرد کو چاہیے کہ نہ صرف اپنی اور اپنی بیوی کی پسند کے مطابق کھانے کے لیے ضروری سامان فراہم کرے، بلکہ اپنی بیوی کو بھی اس بارے میں آگاہ کرے۔ اور اگر کھانے کی قسم اس کے لیے زیادہ اہمیت نہ رکھتی ہو۔ جیسا کہ عام طور پر مسلمان اور ذمہ دار شوہروں کا معاملہ ہوتا ہے کہ وہ کھانے کے بارے میں زیادہ سختی اور باریک بینی نہیں کرتے۔ تو اسے تیار کیا ہوا کھانا خوش دلی سے کھانا چاہیے اور اپنی ہنر مند بیوی کا احسان جتائے بغیر، بلکہ قدر و منزلت اور

بزرگواری کے ساتھ اس کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: " مومن اپنی اہلیہ کی پسند اور خواہش کے مطابق کھانا کھاتا ہے، جبکہ منافق کا گھرانہ اس کی پسند اور خواہش کے مطابق کھانا کھاتا ہے۔"

۴۔اظہارِ دلچسپی اور اظہارِ محبت

اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے محبت، دلچسپی اور عشق کا جذبہ رکھا ہے اور اسے اپنی نشانیوں میں سے قرار دیا ہے۔ وہ نوجوان جوڑا جو ازدواجی عہد باندھتا ہے، اس کے دل میں ایک اندرونی محبت اور پاکیزہ عشق موجود ہوتا ہے۔ لیکن اسلام جس چیز پر زور دیتا ہے اور جو خاندان کی بنیاد کو مضبوط کرتی اور میاں بیوی کے درمیان محبت و الفت میں اضافہ کرتی ہے، وہ محبت کا اظہار اور اس کا عملی اظہار ہے۔ اس بارے میں امام صادقؑ فرماتے ہیں : جس سے تم محبت کرتے ہو، اسے بتا دو؛ کیونکہ محبت کا یہ اظہار تم دونوں کے درمیان عشق اور محبت کو مزید بڑھاتا اور مضبوط کرتا ہے۔ (محمد بن یعقوب کلینی، کافی، ج ۲، ص ۶۴۴، ح ۲.) حدیث قدسی میں آیا ہے : الخلق عيال الله؛ فأحب الناس إلى الله من أحسن إلى عياله» (ایضا، ج ۲، ص ۶، ص ۱۶۴) تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے؛ پس اللہ کے نزدیک سب سے محبوب شخص وہ ہے جو اللہ کے کنبے کے ساتھ سب سے اچھا سلوک کرے۔ "مرد اور عورت کو چاہیے کہ مختلف طریقوں سے اپنی محبت اور الفت کا اظہار کریں؛ کبھی ایک محبت بھرا جملہ کہہ کر، کبھی کوئی تحفہ دے کر، اور کبھی ایسی معمولی چیزیں یا پسندیدہ اشیاء خرید کر جنہیں شریک حیات پسند کرتا ہو۔ یہ سب محبت کے اظہار کے طریقے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اس بارے میں فرماتے ہیں جو شخص اپنی بیوی کے لیے اپنے ہاتھ سے لقمہ لیتا ہے، اللہ کے نزدیک اس کے لیے اجر ہے۔ (محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، ص ۲۶۰، ج ۵۶.) یعنی یہ عمل صرف دنیا میں میاں بیوی کے درمیان محبت اور الفت بڑھانے کا سبب نہیں بنتا بلکہ آخرت میں بھی انسان اس کے اجر سے بہرہ مند ہوگا۔ امام صادقؑ فرماتے ہیں :(العبد كلما ازداد للنساء حباً ازداد في الايمان فضلاً» (وسائل الشیعہ، ج ۱۴، ص ۱۱، ح ۱۰.) بندہ جتنا اپنی بیوی سے محبت میں اضافہ کرتا ہے، اتنا ہی اس کے ایمان میں فضیلت اور اضافہ ہوتا ہے۔ "محبت کے زبانی اظہار کی خوبصورت ترین صورتوں میں سے ایک میاں بیوی کا ایک دوسرے کو سلام کرنا ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق واضح اور بلند آواز سے، محبت اور جذبات سے بھرپور انداز میں سلام کرنا میاں بیوی کے درمیان تعلقات کو مضبوط بناتا ہے۔ سلام دلوں سے کینہ دور کرتا ہے، روح کو تقویت دیتا ہے اور دلوں کو ایک دوسرے کے قریب کرتا ہے۔ امام صادقؑ فرماتے ہیں "» :جب شوہر گھر میں داخل ہو تو اسے چاہیے کہ اپنے گھر والوں کو سلام کرے۔" (محمد باقر مجلسی، بحار الانوار، ج ۷۶، ص ۲.)

۵۔دلجوئی، استقبال اور رخصت کرنا

خاندان سکون اور آسائش کا مرکز ہے۔ وہ مرد جو گھر سے باہر بہت سی مشکلات میں گھرا رہتا ہے اور بے شمار ناموافق حالات کا سامنا کرتا ہے، جب گھر واپس آتا ہے تو اس کی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی اس کی دلجوئی کرے، اس کے دل کی بات سنے اور اپنے تسلی بخش الفاظ کے ذریعے اس کے دردوں پر مرہم رکھے۔ جب وہ گھر کا دروازہ کھولے تو کوئی کشادہ اور کھلے چہرے، مسکراتے لبوں اور محبت

بھرے لہجے کے ساتھ اس کا استقبال کرے، اور اس کے ہاتھ میں موجود سامان کو مسکرا کر اس سے لے لے۔ ایک مہربان بیوی کے علاوہ اور کس کا طرزِ عمل اور گفتگو ایسی تسلی اور سکون بخش ہو سکتی ہے؟ ایسی عورت اللہ کے دوستوں میں سے ہے اور اسے بہت بڑا اجر حاصل ہوگا۔ ایک شخص رسول خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا" : یا رسول اللہ! میری ایک بیوی ہے، جب بھی میں گھر میں داخل ہوتا ہوں تو وہ میرا استقبال کرتی ہے، اور جب میں گھر سے باہر جانے لگتا ہوں تو وہ مجھے رخصت کرنے آتی ہے۔ اگر وہ مجھے غمگین دیکھتی ہے تو کہتی ہے: تمہیں کس چیز نے غمگین کیا ہے؟ اگر تم زندگی کے اخراجات کے بارے میں پریشان ہو تو مطمئن رہو، کوئی اور (یعنی اللہ تعالیٰ) اس کا ذمہ دار ہے، اور اگر تم آخرت (قبر اور قیامت کی مشکلات) کے بارے میں غمگین ہو تو اللہ تمہارے غم میں اضافہ کرے۔ (وسائل الشیعہ، ج ۱۴، ص ۱۷، ح ۱۴.)

۶۔ خاندان کے اخراجات فراہم کرنا

چونکہ مرد خاندان کا منتظم اور ذمہ دار ہے، اس لیے خاندان کے افراد کی ضروریات اور اخراجات پورے کرنے کی ذمہ داری بھی اس کے ذمے ہے۔ ایمان والے مرد جب حلال اور پاکیزہ رزق کمانے اور اپنے خاندان کی ضروریات پوری کرنے کی ذمہ داری ادا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک انہیں ایک بلند مقام حاصل ہوتا ہے۔ امام صادقؑ نے فرمایا" : جو شخص اپنے خاندان کے لیے حلال اور جائز روزی حاصل کرنے کی کوشش میں محنت کرتا ہے، وہ اس مجاہد کی مانند ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے۔ (بحار الانوار، ج ۱۰۴، ص ۷۲، ح ۱۴.)

۷۔ بیوی کو تحفہ دینا

لوگوں کی شخصیت اور عزت کا احترام کرنا ان کے وجود میں محبت اور الفت کو زندہ کرتا ہے۔ تحفہ دینا بھی دوسرے شخص کے احترام کی ایک صورت ہے۔ جب کوئی شخص تحفہ وصول کرتا ہے تو وہ اپنی فطری اور خداداد سرشت کے مطابق بے اختیار تحفہ دینے والے کی محبت اور الفت کو اپنے دل میں جگہ دیتا ہے۔ یہ بات ازدواجی تعلقات میں خصوصی اہمیت رکھتی ہے اور مرد و عورت کے درمیان انس، الفت اور باہمی قربت پیدا کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ رسول اسلام حضرت محمد ﷺ نے اس بارے میں فرمایا : "جو شخص بازار جائے، کوئی تحفہ خریدے اور اسے اپنے گھر والوں کے لیے لے جائے، وہ اس شخص کی مانند ہے جو کسی ضرورت مند گروہ کے لیے صدقہ لے کر گیا ہو۔ (محمد محمدی ری شہری، میزان الحکمہ، ج ۵، ص ۲۲۷۱، ح ۷۹۱۱.)

۸۔ عفو و درگزر

میاں بیوی کبھی ایک دوسرے کے ساتھ کوئی غلطی یا کوتاہی کر سکتے ہیں؛ ایسی غلطیاں جنہیں دونوں طرف سے معاف کیا جا سکتا ہے۔ معاف کرنا اور درگزر کرنا احسان کی اقسام میں سے ہے اور قرآن کریم کے فرمان کے مطابق اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے۔ (آل عمران: ۱۳۴.) عفو و درگزر کی اہمیت اس قدر زیادہ ہے کہ قرآن مجید معاف کرنے والے کے اجر کو براہِ راست اللہ تعالیٰ کے ذمہ قرار دیتا ہے» :مَن عَفا وَأَصلَحَ فَأَجرُهُ عَلَى اللّهِ» (شوری: ۴۰.) " جو شخص معاف کرے اور اصلاح کرے، اس کا اجر اللہ کے

ذمہ ہے۔ "شریک حیات کے ساتھ کی جانے والی بہترین نیکیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس کی غلطیوں کو معاف کیا جائے اور اس کی لغزشوں سے چشم پوشی کی جائے۔ درگزر خاندان میں اتحاد و یکجہتی پیدا کرتا ہے، کینہ و بغض کو کم کرتا ہے اور محبت و سکون میں اضافہ کرتا ہے۔ رسول خداﷺ نے فرمایا» :تجاوزوا عن ذنوب الناس یدفع الله عنکم بذلک عذاب النار» (ورام بن ابی الفوارس، مجموعہ ورام، ج ۲، ص ۱۱۹) " :لوگوں کی خطاؤں سے درگزر کرو، اللہ تعالیٰ اس کے سبب تم سے جہنم کا عذاب دور کر دے گا۔ "امیر المؤمنین حضرت علیؑ نے بھی اس بارے میں فرمایا» :قِلَّةُ العَفوِ أَقبَحُ العُیوبِ وَ التَّسَرُّعُ إِلَی الانتِقامِ أَعظَمُ الذُّنوبِ» (بدالواحد آمدی، غرر الحکم، ح ۱۰۶۹۲.) کم معاف کرنا سب سے بدترین عیوب میں سے ہے، اور انتقام لینے میں جلد بازی کرنا بڑے ترین گناہوں میں سے ہے۔ "قرآن کی آیات اور روایات کی بنیاد پر، عفو و درگزر دنیا اور آخرت کی بزرگیوں اور فضائل میں سے ہے۔ یہ جہنم سے نجات اور اہل بیتؑ کی معیت و ہم نشینی کا ذریعہ بنتا ہے۔ اس کے برعکس، کم معاف کرنا انسان کی روحانی بیماری اور نفس کی شرارت کی علامت ہے۔ اگر مرد اور عورت عفو و درگزر کا راستہ اختیار کریں اور اس حقیقت پر کچھ عرصے تک مسلسل مشق کریں تو تھوڑے ہی عرصے کے بعد وہ اس ملکوتی صفت سے آراستہ ہو جائیں گے۔

قرآن کی نظر میں عفو و درگزر کے مراتب

پہلا مرتبہ

انسان کسی کی برائی کو دیکھے، لیکن اللہ کی رضا کے لیے احسان اور نیکی کے ساتھ اس سے درگزر کرے۔ (اعراف: ۱۹۹.)

دوسرا مرتبہ

انسان کے اندر اس قدر پسندیدہ، بلند اور باارزش صفات موجود ہوں کہ وہ اپنے شریک حیات کی برائی، غلطی، عیب اور کمی کو دیکھے ہی نہیں کہ اسے معاف کرنے یا درگزر کرنے کی ضرورت پیش آئے۔ اس حالت کو «صفح» کہا جاتا ہے۔ قرآن فرماتا ہے : »وَلیَعفُوا وَلیَصفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَن یَغفِرَ اللَّهُ لَکُم» (نور: ۲۲.) "انہیں چاہیے کہ معاف کریں اور درگزر سے کام لیں۔ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ بھی تمہیں بخش دے؟ "جو شخص قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی عفو و درگزر کا خواہش مند ہو اور چاہتا ہو کہ بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہو، اسے اپنے اندر بھی یہ صفت پیدا کرنی چاہیے۔ ہر بات میں عیب نکالنا، شریک حیات سے ہر اعتبار سے معصوم ہونے کی توقع رکھنا، معاف نہ کرنا اور اس کی غلطیوں کو بار بار جتانا، زندگی کو تلخ اور ناگوار بنا دیتا ہے۔

تیسرا مرتبہ

جب میاں بیوی ایک دوسرے سے کوئی غلطی یا کوتاہی دیکھیں تو صرف اس کی غلطی کو معاف ہی نہ کریں، بلکہ اس کی برائی کے مقابلے میں اس کے ساتھ نیکی کریں۔ (مؤمنون: ۹۶.) یہ عمل اس بات کا سبب بنتا ہے کہ انسان نہ صرف اس پسندیدہ اخلاق کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی عفو و رحمت کا مستحق قرار پائے، بلکہ اس کے اچھے رویے سے دوسرے فریق کی اصلاح بھی ہو۔ جہاد جیسا طرزِ

عمل؛ بہترین طریقۂ شوہر داری امام علیؑ نے ایک نہایت بامعنی اور مختصر جملے میں فرمایا ہے :جهادُ المرأةِ حُسنُ التَّبعُّل»(وسائل الشیعہ، ج ۱۴، ص ۱۶، ح ۲؛ بحارالانوار، ج ۳، ص ۲۵۲؛ اصول کافی، ج ۵، ص ۵۰۷، ح ۶.) عورت کا جہاد، اپنے شوہر کے ساتھ اچھا برتاؤ اور بہترین شوہر داری ہے۔ ''بہت سے مسلمان خاندانوں کی زندگی کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ خاندان میں پیدا ہونے والے بیشتر اختلافات اور ناہمواریوں کی ایک بڑی وجہ امیر المؤمنینؑ کے اس نورانی فرمان کو صحیح طور پر نہ سمجھنا ہے۔ عربی زبان میں «بَعْل» کے معنی ''رئیس''، ''ربّ النوع''، ''گھر'' اور ''بت'' کے بھی آتے ہیں۔ قرآن کی آیات میں جب یہ لفظ استعمال ہوا ہے تو اس سے مراد ''شوہر'' اور ''عورت کا جفت'' ہے۔(علی اکبر قرشی، قاموس قرآن، ج ۱، ص ۲۰۶.) شوہر اور عورت کے جفت کو «بَعْل» اس لیے کہا گیا ہے کہ حقیقت میں وہ عورت کے لیے ایک طرح کا آقا اور پروردگار سمجھا جاتا تھا اور اسے ایک قسم کی ملکیت اور سربراہی حاصل تھی۔ قدیم اقوام میں شوہر، احترام، بزرگی، سیادت اور آقائی جیسے تصورات بڑی اہمیت رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے ایسے الفاظ استعمال کیے جاتے تھے جن میں پرستش کی حد تک عظمت کا مفہوم پایا جاتا تھا۔ بعض اقوام کے درمیان شوہر کا مقام اتنا بلند تھا کہ وہ ان کے نزدیک آقا اور معبود کی مانند، بلکہ پرستش کے مقام تک پہنچا ہوا تھا۔ لہٰذا «بَعْل» کا مفہوم گھر کے پروردگار، سرپرست، سردار اور سربراہ کے معنی میں بھی لیا گیا ہے۔ لفظ «حُسن» فارسی زبان میں ''نیکی'' اور ''خوبصورتی'' کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور مختلف میدانوں میں اس کے مختلف معانی پائے جاتے ہیں۔ تاہم ان تمام معنوی اختلافات کے باوجود ان سب میں ایک مشترک ریشہ موجود ہے۔ ہر وہ چیز جو خیر اور اچھی ہو، ضروری نہیں کہ وہ حَسَن اور نیکو بھی ہو۔ نیک اور خوبصورت وہ چیز ہے جو انسان کے ذوق، جذبات اور حسنِ جمال کے احساس کو بیدار کرے۔ حُسنِ خُلق، جس کا قرآن کی آیات میں ذکر ہوا ہے اور جس کے ذریعے رسول اکرم ﷺ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا گیا» :عَلی خُلُقٍ عَظیم»(قلم ۴) ''بے شک آپ عظیم اخلاق پر فائز ہیں۔ ''حسنِ خلق سے مراد نرم خوئی، کشادہ روئی اور دوسروں کے ساتھ کھلے، خوشگوار اور خوبصورت انداز میں پیش آنا ہے۔ اس تمہید کی روشنی میں «حُسنُ التَّبَعُّل» سے مراد صرف عام اچھے رویے اور معمول کے اچھے اخلاق نہیں، بلکہ ان سے بڑھ کر بہترین طرزِ عمل اور اعلیٰ اخلاقی رویہ ہے۔ رسولِ اسلام ﷺ عورت کے لیے جنسی تعلق کے سلسلے میں اپنی آمادگی ظاہر کرنے کی ضرورت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں» :علیها أن تَطیَّبَ بِأطیَبِ طیبِها و تَلبَسَ أَحسَنَ ثِیابِها و تَزَیَّنَ بِأَحسَنِ زینَتِها و تَعرِضَ نَفسَها عَلَیهِ غُدوةً و عَشیةً و أَکثَرَ مِن ذلِکَ حُقوقُهُ عَلَیها.»(وسائل الشیعہ، ج ۱۴، ص ۱۱۲، ح ۲) 'عورت پر لازم ہے کہ وہ بہترین خوشبو استعمال کرے، بہترین لباس پہنے، بہترین انداز میں اپنی زینت کرے اور صبح و شام اپنے آپ کو اپنے شوہر کے لیے پیش کرے اور اپنی آمادگی ظاہر کرے۔ یہ شوہر کے حقوق میں سے ہے، بلکہ شوہر کے حقوق اس سے بھی زیادہ ہیں جو بیان کیا گیا ہے۔ ''عورت کو چاہیے کہ اپنے شوہر کے حالات اور اس کی رغبت و دلچسپی کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنی آمادگی ظاہر کرے، تاکہ شوہر کو کسی دوسرے کی ضرورت محسوس نہ ہو اور وہ شیطانی وسوسوں کے جال میں گرفتار

نہ ہو۔ رسولِ اکرم ﷺ نے ایک دوسرے مقام پر شوہر کے حقوق کے بارے میں فرمایا» :و لا تَمنَعُهُ نَفسَها و إن كانَت عَلى ظَهرِ قَتَب.» (ایضا، ح ۱.) ''عورت کو چاہیے کہ اپنے آپ کو اپنے شوہر سے نہ روکے اور اسے اپنے سے فائدہ اٹھانے دے، خواہ وہ اونٹ کے کوہان پر ہی کیوں نہ ہو۔''

اگر جنسی خواہشات کی تسکین گھر کے اندر، صحیح اور محبت بھرے انداز میں نہ ہو تو وہ معاشرے میں غلط طریقوں سے پوری ہونے لگتی ہیں، جس کے نتیجے میں معاشرتی فساد اور تباہی پیدا ہوتی ہے۔ امام باقرؑ بھی فرماتے ہیں'' :جو عورت اپنے شوہر کو ایک گلاس پانی پلائے، یہ اس کے لیے اس ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے جس کے دنوں میں وہ روزے رکھے اور راتوں کو عبادت میں گزارے۔ (ص ۱۲۳، ح ۳.)

نتیجہ

انسان ایک معاشرتی مخلوق ہے اور اپنے تمام امور اکیلے انجام نہیں دے سکتا، بلکہ اسے دوسروں کے ساتھ تعلق اور رابطہ قائم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ انسان کی بعض ضروریات اسے مخالف جنس کے ساتھ جذباتی اور عملی تعلق قائم کرنے پر آمادہ کرتی ہیں۔ اگر معاشرے کو ایک زندہ جسم تصور کریں جس کے مختلف اعضا ہوں تو مرد اور عورت اس جسم کے دو بنیادی اعضا ہیں۔ ان میں سے ہر ایک اپنے ذاتی اور مشترکہ کردار ادا کرکے معاشرے کی صحت، ترقی اور پویائی کے لیے بنیاد فراہم کرتا ہے۔ خاندان اور معاشرے کے بعض افراد کی ترقی دراصل خاندان کے تمام افراد کی ترقی سے وابستہ ہے۔ البتہ کردار اور ذمہ داریوں میں فرق صرف اس بات کی علامت نہیں کہ کسی عضو کی اہمیت دوسرے سے کم یا زیادہ ہے، بلکہ یہی حکمت پر مبنی اختلافات پورے مجموعے کے درمیان ہم آہنگی اور پویائی کو یقینی بناتے ہیں اور اس واحد جسم میں اختلال پیدا ہونے سے روکتے ہیں۔ معاشرے کے ہر فرد کا کمال، دوسرے افراد کے کمال سے وابستہ ہے۔ ایک متحرک معاشرہ اور کمال یافتہ انسانوں کی تشکیل کے لیے اسلام کا حل یہ ہے کہ باہمی ہم آہنگی اور دو طرفہ محبت و مودت کو، خصوصاً مرد اور عورت کے تعلقات میں، ضروری قرار دیا جائے۔ اسلامی ثقافت میں ازدواج ایک ایسا الٰہی اور تعمیری رشتہ ہے جو بہترین معاشرتی ادارے، یعنی خاندان کی بنیاد رکھتا ہے۔ ازدواجی عہد ایک فطری اور بلند پایہ عہد ہے، جو صرف جنسی تسکین تک محدود نہیں، بلکہ اس کا سب سے اہم مقصد میاں بیوی کے درمیان انتہائی قریبی جذباتی اور معاشرتی تعلقات کے ذریعے دونوں کے لیے ذہنی سکون اور قلبی اطمینان حاصل کرنا ہے۔ خداوندِ عالم قرآن کریم میں فرماتا ہے'' :اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے ہی لیے تمہاری جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو، اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت قرار دی۔ محبت و شفقت کی ضرورت اور زندگی میں شریک و ساتھی کا ہونا، ازدواج کے اہم ترین محرکات میں سے ہے۔

انسانوں کے درمیان سب سے قریبی جذباتی تعلق میاں بیوی کے درمیان قائم ہوتا ہے، اور یہی تعلق پریشانیوں اور ذہنی اضطراب کو کم کرنے میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ اس طرح خاندان، ذہنی اور عملی دباؤ اور مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لیے انسان کا بہترین

نفسیاتی اور عملی سہارا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ترقی اور کمال کے مراتب تک پہنچنے کے لیے پیدا کیا ہے، لیکن مرد اور عورت میں سے ہر ایک تنہا اس اعلیٰ درجے تک مکمل طور پر پہنچنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے درمیان باہمی ضرورت پیدا کرکے ایک دوسرے کے ساتھ باہمی رشتہ قائم کیا، تاکہ دونوں ایک دوسرے کے وجود کو اپنی ترقی کے لیے لازم اور ضروری سمجھیں۔ مرد اور عورت کے درمیان قائم جذباتی اور محبت بھرا تعلق ایک مقدس رشتہ ہے، اور خاندان اس کمال تک پہنچنے کے لیے بہترین ذریعہ اور ماحول فراہم کرتا ہے۔ اسلام نے خاندان کی پویائی اور اس کی بنیاد کو محفوظ رکھنے کے لیے خاندان کی اقتصادی ذمہ داری مردوں کے سپرد کی ہے۔ دوسری طرف، عورت کی سب سے اہم ذمہ داری اور خاندان میں اس کا بنیادی فریضہ اپنے شوہر کی جذباتی اور جنسی ضروریات کو پورا کرنا ہے، اور اس عمل کی قدر و منزلت مرد کی دشوار ترین دینی ذمہ داری، یعنی جہاد سے بھی زیادہ بیان ہوئی ہے۔ لہٰذا شوہر سے محبت کا اظہار کرنا اور اس کے ساتھ محبت و الفت کا برتاؤ کرنا عورت کی اہم ذمہ داریوں میں سے ہے۔ عورت سے کہا گیا ہے کہ اپنی استطاعت کی حد تک اپنی ازدواجی زندگی میں شوہر کی رضامندی حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ اس سفارش کو خاندان کے استحکام اور میاں بیوی کے درمیان مطلوبہ اور خوشگوار تعلقات کے مؤثر عوامل میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ اخلاقی اصولوں کی رعایت افراد کے حقوق کی ضمانت فراہم کرنے والا سب سے اہم عامل ہے۔ اسلام نے میاں بیوی دونوں کو یکساں اخلاقی سفارشات کی ہیں اور اس پہلو سے ایک کو دوسرے پر برتری نہیں دی۔

فہرست منابع

قرآن کریم

۱. آمدی، عبداللہ بن محمد، غرر الحکم، قم، دفتر تبلیغات، ۱۳۸۷.

۲. ابن بابویہ، محمد بن علی، من لایحضرہ الفقیہ، تہران، بنیاد فرہنگ اسلامی، [بی تا

۳. بخاری، محمد اسماعیل، صحیح بخاری، بیروت، دار الکتاب العربی، [بی تا]

۴. حر عاملی، محمد حسن، وسائل الشیعہ، بیروت، نشر احیاء التراث العربی، ۱۳۸۵

۵. زینلی نژاد، محمد رضا و محمد تقی سبحانی، در آمدی بر نظام شخصیت زن در اسلام، قم، دار النور، ۱۳۸۱

۶. سالاری فر، محمد رضا، خانوادہ در نگرش اسلام و روان شناسی، تہران، سمت، ۱۳۸۱

۷. سبحانی، جعفر، فروغ ابدیت، قم، انتشارات دفتر تبلیغات، ۱۳۷۵

۸. قرشی، علی اکبر، قاموس قرآن، تہران، انتشارات دار الکتب الاسلامیہ، ۱۳۷۱

۹. کلینی، محمد بن یعقوب، اصول کافی، قم، انتشارات اسوہ، ۱۳۷۲

۱۰. مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، تہران، مکتبہ الاسلامیہ، ۱۳۸۹ق

۱۱. محمدی ری شہری، محمد، میزان الحکمہ، ترجمہ حمید رضا شیخی، قم، دار الحدیث، ۱۳۸۳

۱۲. مصباح یزدی، محمد تقی، اخلاق در قرآن، قم، نشر مؤسسہ آموزشی و پژوہشی امام خمینی (رہ)، ۱۳۸۸

۱۳. مطہری، مرتضی، نظام حقوق زن در اسلام، قم، صدرا، ۱۳۸۱

۱۴. ورام، مسعود بن عیسی، مجموعہ ورام، مشہد، آستان قدس رضوی، ۱۳۷۵.